ذاتِ باری تعالیٰ کے اثبات میں علامہ تفتازانی اور علامہ جرجانی کے آراء کا تقابلی جائزہ
A Comparative Study of the Opinions of Allāma Jurjānī and Allāma Taftāzānī about the Existence of Allāh

Mr. Nooh Aḥmad Naṣirī

Ph.D Research Scholar, Shaykh Zayed Islāmīc Centre,
 University of Peshāwar, Pakistān

Abstract:

In short every intelligent person understands it and everyone who is able to see, recognizes the fact that the whole universe is a finite entity by nature and without a creator it is impossible to come into existence. Is there is anyone who created it? This somebody or creator is Almighty Allah (SWT), the one who has no partner, the one who has no equal neither in his person nor in his attributes. He is unique as far as excellence is concerned. He is self-sufficient and not susceptible to anyone and every thing that exists and every practice in the universe depends upon him for its existence. The well-known scholar Allāma Masku'eh has adopted an excellent method for proving the existence of Almighty Allah through rationality and other renowned scholar Allama Taftazani proved it in two ways. One method he employed is that of the classical scholars and other of the Muslim theologians, while Allāma Jurjānī has explained the existence of Almighty Allah in detail using the point of views of different schools of thoughts. In this article an analytical review of the opinions of Allāma Jurjānī and Allāma Taftāzani has been conducted in proving the existence of Almighty Allah.

Keywords: *Jurjānī, Taftāzānī, Existence of God, Theologians*

تعارفِ موضوع:

اللہ تعالیٰ اپنی عظیم ذات اور صفات کے ساتھ بالذات موجود اور موصوف ہے اور اس کی ہستی کے علاوہ تمام اشیاء ان کے امر سے عدم سے وجود پذیر ہوتی ہیں اور اس کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو خالق اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ خود بخود ہے۔ اس کی ہستی خود اسی سے ہے اور اس کی ذات و صفات کے سوا تمام کائنات اور اس کی تمام موجودات حادث اور نو پیدا ہیں۔ یہ تمام چیزیں عدم سے وجود میں

آئی ہیں۔ تمام اشیاء کائنات کے ابتدا میں بالکل معدوم و نابود تھیں، اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ایجاد سے موجود ہوئیں اور یہ تمام کائنات اور کائنات کی ہر چیز قابل ہلاکت ہے۔ خدا تعالیٰ دوبارہ اس کائنات کو اور اس میں موجود تمام اشیاء کو فناء اور نابود کرنے پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں۔

انسان اگر اپنے اندر اور اپنے باہر پھیلی ہوئی کائنات میں ادنیٰ سا بھی غور و فکر کرے تو وہ اس نتیجہ پر ضرور پہنچے گا کہ یہ وسیع و عریض کائنات صرف اسی کے لئے بنائی گئی ہے اور اس کے لئے مسخر کی گئی ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہ ایک ہی ذات ہے، جو اپنی ذات و صفات اور اختیارات میں بھی یکتا ہے، کیونکہ دنیا کی تمام متضاد چیزیں دن، رات، آسمان و زمین اور ان میں پھیلی ہوئی تمام چیزیں صرف ایک ارادہ کے تحت چل کر ایک ہی مقصد کے لئے آگے بڑھ رہی ہیں اور سب کے سب مل کر اپنے سے بعد میں آنے والی کمزور مخلوق یعنی انسان کے مفادات کے لئے کام کر رہی ہیں۔ اس طرح رنگارنگ عجائب قدرت کا نظارہ اور ان میں فکر و تدبیر انسان کو یہ اعتقاد بخشتا ہے کہ اس کارخانے کا ایک قدیم اور ازلی خالق ہے، جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا وجود حتمی اور یقینی ہے اور اس کا معدوم ہونا محال ہے۔ نیست سے ہست ہونے کا نام حدوث اور ہست سے نیست ہو جانے کا نام فنا ہے، اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے، ازلی ہے، فنا اور عدم سے منزہ اور پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ"

(ترجمہ): اس زمین پر جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے اور صرف تمہارے پروردگار کی جلال اور فضل و کرم والی ذات باقی رہے گی۔

"وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ"

(ترجمہ): اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکارو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اس کی ذات کے۔ حکومت اسی کی ہے اور اس کی طرف تمہیں لوٹا یا جائے گا۔

وہ ذات و صفات کے لحاظ سے ایک اور یکتا ہے، اس کی ہستی و صفات اور اس کے اختیارات میں کوئی شریک آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں ہے۔ صرف وہی تمام صفات کمال سے متصف اور تمام خوبیوں اور کمالات کا جامع ہے اور وہی ذات تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے، نہ وہ کسی چیز کا جزو ہے اور نہ اس سے کوئی چیز متمجزی ہو سکتی ہے۔ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ باپ نہ کوئی اور رشتہ دار، بلکہ اس کے سوا سب کچھ اس کی مخلوق ہے اور سب کچھ اس کے ارادے سے پیدا ہوا ہے اور اس کے ارادے سے قائم ہے۔ پوری کائنات کے انتظام اور تدبیر میں اس کا کوئی شریک و مددگار نہیں، اس کی قدرت بے انتہا ہے۔ اس کا علم اور مشاہدہ لامحدود ہے۔ اس کے سمع و بصر

نے پوری کائنات کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ تمام معلومات اس کے علم اور مشاہدے میں ہیں اور دنیا میں کوئی چیز نہیں، جو اس کی ہستی کا احاطہ کر سکے، نہ کسی میں وہ حلول کرتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حلول کر سکتا ہے۔

اثبات ذاتِ باری تعالیٰ کے دلائل

جہاں کی کوئی شئی ایک حال پر قائم نہیں۔ تغیر اور تبدل کی آماجگاہ اور فنا و زوال کی جولان گاہ بنی ہوئی ہے، جس سے بخوبی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عالم خود بخود موجود نہیں ہوا، بلکہ اس کا وجود اور ہستی کسی اور ذات کا عطیہ ہے۔ پس وہ ذات بابرکات جو تمام اشیاء کے وجود اور ہستی کا مالک ہے، اس کو ہم اللہ اور خدا اور ہر شئی کا مالک کہتے ہیں اور اصل خالق اور متصرف حقیقی بھی وہی ہے۔ جس کے قبضہ میں کل کائنات کا وجود ہو، تو عالم میں تغیر و تبدل اس بات کی دلیل ہے کہ عالم ازل سے ایک حالت پر نہیں ہے اور نیست سے وجود میں آئی ہے اور جو چیز عدم سے وجود میں آئے یقیناً وہ حادث ہی ہوتا ہے۔

علامہ احمد بن مسکویہ نے وجودِ صانع پر دود لیلیں پیش کی ہیں۔

۱۔ ہر طبعی جسم کے لئے حرکت ضروری ہے، کوئی طبعی جسم ایسا نہیں کہ وہ حرکت نہ کرے اور ہر حرکت کے لئے ایک محرک کا وجود لازمی ہے کہ جس پر سارے حرکات کا سلسلہ اختتام پذیر ہوتا ہے۔ وہی محرک اول ان سارے اجسام و اعیان کا موجد اور خالق ہوگا اور چونکہ یہ امر بدیہی ہے کہ حرکت کرنے والا حرکت دینے والے کا محتاج ہوتا ہے، اس لئے یہ لازم ہو گیا کہ وہ محرک اول حرکت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ محرک اول کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حرکت سے منزہ اور پاک ہو، اب اگر محرک اول متحرک ہوگا، پھر تو اس کے لئے ایک محرک ماننا پڑے گا اور جب ایک اور محرک نکل آیا تو جس کو محرک اول مانا تھا وہ محرک اول نہ رہا، اس کی اولیت باقی نہ رہی۔ نیز اس سے بھی ثابت ہو گیا کہ محرک اول مجسم نہیں ہوگا، اس لئے کہ ہر مجسم کے لئے حرکت والا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ کائنات کا تغیر و تبدل اور زوال و فنا اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ کائنات کی کسی شے کا وجود خود بخود نہیں، جو بھی شے موجود ہے وہ عارضی ہی ہے اور سارے حکماء اس پر متفق ہیں کہ ہر وہ چیز جو کسی شے میں عارضی طور پر پائی جائے گی، وہ کسی دوسری شے میں لازمی موجود ہوگی۔ کیونکہ جب شے عارض ہوتی ہے تو وہ کسی دوسری چیز کا اثر ہوتا ہے اور ہر اثر حرکت ہے۔ پس لازم ہوا کہ ان سارے آثار اور حرکات کا تسلسل ایسے مؤثر حقیقی اور محرک اول پر اختتام پذیر ہو، جو دوسرے شے کی تاثیر قبول نہ کرے اور یہ محرک اول سب میں مؤثر ہو اور کوئی اثر اور کوئی متاثر اس مؤثر حقیقی کے حیطہ تاثیر سے خارج نہ ہو، جو بھی موجود ہو، وہ اس کے فیض تاثیر سے وجود میں آیا ہو ۳۔

نیز کائنات کی جس چیز پر نظر ڈالو گے، احتیاج، ذلت، پستی عاجزی اور لاچارگی کے آثار نظر آئیں گے۔ معلوم ہوا کہ یہ عالم اور عالم کی کوئی چیز خود بخود موجود نہیں ۴۔

خلاصہ یہ کہ ذات باری تعالیٰ کے وجود کا اقرار بدیہی اور فطری بات ہے اور تمام انسانیت اس بات پر متفق ہے۔ اسی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نصب العین ہمیشہ دعوت توحید رہی۔ حق تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا وجود آفتاب اور مہتاب سے بڑھ کر بدیہی اور عیان ہے۔ محتاج برہان و دلیل نہیں، بلکہ اسی کا وجود عالم کے لئے دلیل اور برہان ہے۔ خدائے ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

"قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ" ۵

(ترجمہ): کہہ دو کہ اے اہل کتاب! (یہود و نصاریٰ) آجاؤ، ایسی بات کی طرف جو

ہمارے اور آپ کے مابین مشترک ہے۔

پس مذکورہ بالا دلائل کو دیکھتے ہوئے کوئی صاحب عقل اور ادنیٰ شعور رکھنے والا شخص بھی وجود باری سے انکار نہیں کر سکتا۔

ذات باری تعالیٰ کے اثبات میں علامہ تفتازانی کی رائے:

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں: "المبحث الأول فی إثباته و فیہ طریقان"۔ بحث اول ذات باری تعالیٰ کے اثبات میں ہے اور اس میں دو طریق ہیں، ایک طریق متکلمین اور دوسرا حکماء کا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام موجودات ممکنہ کے لئے ایک موجد کا ہونا ضروری ہے جو کہ واجب ہو اور تمام محدثات کے لئے ایک محدث ضروری ہے جو کہ خود قدیم ہو تاکہ دور اور تسلسل لازم نہ آئے۔ اس لئے کہ دور اور تسلسل دونوں باطل ہیں۔ بطران کے وجوہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ اگر تمام موجودات میں کوئی واجب نہ ہو تو ممکن کا وجود ممکن سے آئے گا اور جو چیز خود ممکن ہو تو وہ کیسے دوسری شئی کو موجود کر سکتی ہے۔

۲۔ تمام ممکنات کا مجموعہ فرض کیا جائے تو اس کے لئے فاعل کا ہونا لازم ہے، اب یہ فاعل نہ تو یہ مجموعہ خود بن سکتا ہے نہ ہی اس کا کوئی بھی جز اور نہ ہی بعض اجزاء۔ اس لئے کہ اس صورت میں کسی چیز کا اپنی ہی علت بننا لازم آئے گا اور دوسری بات یہ کہ ایک ہی شے کے بعض اجزاء دوسرے بعض کے محتاج ہوتے ہیں اور جب محتاج ہوں تو وہ مستقل بالذات نہ ہوں گے، اس سے یہی متعین ہوا کہ وہ فاعل ان ممکنات کے مجموعہ کے خارج میں ہو اور وہی واجب ذات باری تعالیٰ ہے۔

۳۔ مجموعہ ممکنات کو دیکھا جائے تو یہ بات ضروری ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسی علت ہو، جس کا وجود واجب اور عدم ممنوع ہو، حالانکہ تمام ممکنات میں کوئی شئی ایسی نہیں، اس لئے کہ یہ تمام ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔

حکماء کا اثبات واجب الوجود پر استدلال:

علامہ تفتازانی نے یوں ذکر فرمایا:

"أَنَّهُ لَا شَكَّ فِي وَجُودِ مَوْجُودِ الْخِ"^۸

ترجمہ: کہ موجود کے وجود میں کوئی شک نہیں۔

اب یہ موجود یا تو واجب ہوگا اور یہی مقصد اور یا ممکن، اب اگر ممکن ہو تو ضروری ہے کہ اس کے لئے علت ہوگی جو اس کے وجود کو ترجیح دے۔ اب اس صورت میں یا دور لازم آئے گا اور یا تسلسل اور یہ دونوں باطل ہیں اور یا یہ واجب پر منتہی ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

متکلمین کا اثبات واجب الوجود پر استدلال:

علامہ تفتازانی اس طریق کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حدوث عالم یہ تقاضا کرتا ہے کہ حادث کے لئے ایک محدث کا ہونا ضروری ہو۔ اب اگر یہ محدث بھی حادث ہو تو دور یا تسلسل لازم آئے گا اور یا یہ محدث قدیم ہوگا، جو خود کسی کا محتاج نہیں ہوگا اور یہی مراد ہے واجب سے کہ وہ ذات واجب ہوگا جو کہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ یہ دونوں طریق اس پر مبنی ہیں کہ ممکن اور حادث کا وجود بلا موجد نہیں ہو سکتا اور یہ کہ دور اور تسلسل دونوں محال ہیں۔ وجوہ بطلان ماقبل میں ذکر ہوئیں۔

اثبات وجود باری تعالیٰ پر عالم اجسام سے استدلال:

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ عالم میں موجود ممکنات کے اجسام میں کسی کو کوئی شک نہیں۔ افلاک، کوکب، عناصر، نباتات، حیوانات اور تمام اشیاء اجسام والے ہیں اور ہر ایک مختلف صفات اور احوال رکھتے ہیں، جس کو لے کر ذات باری تعالیٰ جو کہ صانع، قادر اور حکیم ہے، ان کے اثبات پر استدلال کرنا صحیح ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ اس طرف قرآن کریم میں ۸۰ مقامات سے زیادہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

"إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَّاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ"^۹

(ترجمہ): بیشک آسمان اور ارض کے پیدا کرنے میں، رات دن کے بدلتے رہنے میں، ان کشتیوں میں جو لے کر چلتی ہیں، دریاؤں میں لوگوں کی کام کی چیزیں اور پانی میں جس کو اتار اللہ نے آسمان سے اور اس کے ذریعے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشی اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلادیئے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو کہ تابعدار ہے، اس کے حکم کا، درمیان آسمان و زمین کے، بیشک ان چیزوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔

"وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنَّجْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ"^{۱۰}

(ترجمہ): اور اس نے دن اور رات کو اور سورج اور چاند کو تمہاری خدمت پر لگا رکھا ہے

اور ستارے بھی اس کے حکم سے کام پر لگے ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی آیات اس طریق استدلال میں پیش فرمائے ہیں۔ یہ استدلال اس کائنات میں موجود ہر ذرے کے وجود اور اس کے جسم پر مبنی ہے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں دعوت توحید میں مختلف طریقے سے انسان کو خطاب کیا کہ آسمان کے اجسام سے لے کر علوی موجودات شمس و قمر، ستارے و سیارے اور بادل یہ سب خود بخود موجود نہیں ہونیں اور نہ ہی سفلی موجودات، نباتات، حیوانات، مختلف مخلوقات، آگ، ہوا، پانی اور مٹی خود بخود وجود میں آئیں اور نہ ہی حضرت انسان بذات خود اتفاق سے وجود میں آیا، بلکہ خود انسان کے لئے انسان ہی کے وجود میں رب کے وجود کی کئی دلیلیں موجود ہیں، جو کہ توجہ اور خرد و عقل کی محتاج ہیں۔

ذاتِ باری تعالیٰ کے اثبات میں علامہ جرجائی کی رائے:

سید شریف جرجائی نے علامہ عضد الدینؒ کے طریقہ بیان کو اختیار کیا ہے۔ جنہوں نے اثبات ذاتِ باری تعالیٰ میں علماء کرام کے پانچ مسالک ذکر کئے ہیں۔ جیسا کہ علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

"المقصد الأول فی إثبات الصانع وللقوم فیہ خمسة مسائل الخ"

(ترجمہ): کہ مقصد اول یہ اثبات صانع کے بیان میں ہے اور اس میں علماء کے پانچ مسلک ہیں۔

اگرچہ آگے چل کر تفصیل میں چھ مسلک ذکر کئے ہیں۔ پہلا مسلک متکلمین کا، دوسرا مسلک حکماء کا، تیسرا مسلک بعض متأخرین علماء کا، چوتھا مسلک خود اپنی طرف سے ذکر کیا ہے، پانچواں مسلک بھی استدلال میں چوتھے مسلک کے قریب قریب ہے اور چھٹا مسلک بعض فضلاء کی طرف منسوب کیا ہے۔

پہلا مسلک:

متکلمین حضرات کے استدلال کو یوں ذکر فرمایا:

"قد علمنا أن العالم أما جواهر أو عرض وقد يستدل بكل واحد منهما إما بإمكانه أو

بحدوثه" ۱۲۔

(ترجمہ): یہ عالم یا تو جوہر ہے (متحیز اور ذی حجم) اور یا عرض (جوہر کے ساتھ قائم) ہے۔ ان

میں سے ہر ایک پر استدلال کیا جاتا ہے، اس کے امکان یا حدوث ہونے پر۔

تو گویا متکلمین کا استدلال فقط جوہر پر ہے کہ جوہر سارے کے سارے حادث ہیں اور یا امکان پر لیکن چونکہ

ہر ممکن حادث ہوتا ہے تو حدوث کو امکان میں یا تو جزء مانتے ہیں اور یا اس کو شرط کا درجہ دیتے ہیں۔

دوسرا مسلک:

حکماء کے استدلال کا طریقہ یوں ہے کہ ہر وہ چیز جو موجود ہو یا واجب ہوگی اور یہی مطلوب ہے اور یا ممکن ہوگی، اب اگر ممکن ہو تو وہ کسی موثر کے محتاج ہوگی، اب یہ موثر لا محالہ بالآخر واجب ہی ہوگا، ورنہ دور یا تسلسل لازم آئے گا۔

تیسرا مسلک:

یہ بعض متاخرین کا مسلک ہے کہ تمام ممکنات کو مرکب مان لیا جائے۔ اب اگر ابتداء ہی سے اس مجموعہ مرکب کو اسی مجموعہ ہی کی طرف منسوب کریں تو ممکن کی طرف منسوب ہوگا، جس میں ایک سلسلہ ممکنات شروع ہو جائے گا۔ اب ضروری ہوا کہ اس کے لئے کوئی علت موثرہ ہو کہ اس کے وجود کو ترجیح دے۔ اب یہ موثر تو ممکن فرض کیا گیا ہے اور وہ خود محتاج ہے۔ تو یہ تو علت بن ہی نہیں سکتی اور نہ ہی اس مجموعہ کے تمام اجزاء یا بعض اجزاء علت بن سکتی ہیں۔ اس لئے کہ تمام اجزاء کی صورت میں تو عین یہی مجموعہ ہے اور بعض کی صورت میں تو وہ اجزاء اس مجموعہ میں داخل ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اجزاء کل کی علت نہیں بن سکتے اور جو کل کی علت ہو تو اجزاء کا علت ہونا ہی ختم ہو جائے گا۔ اب جبکہ اس مرکب کی علت نہ یہ مجموعہ بن سکتی ہے نہ اس کے داخل اجزاء تو لا محالہ یہ علت ایک امر خارج ہوگا اور جو چیز ممکنات سے خارج ہو تو لازمی بات ہے وہ واجب ہے تو وہ ذات علت ہوگی جو واجب ہے۔

چوتھا اور پانچواں مسلک:

اگر موجودات تمام کے تمام ممکن ہوں اور واجب موجود نہ ہو تو ہر چیز ان ممکنات میں سے کسی موجد کی محتاج ہوگی اور موجد بھی ایسا جو کہ ایجاد میں مستقل ہو تاکہ ہر جزء کے وجود کی نسبت اس کی طرف ہو، چاہے ابتداء ہو یا انتہاء میں۔

یہی مسلک پانچواں مسلک ہے، جس کی رو سے اگر واجب لذاتہ موجود نہ ہو تو واجب بغیرہ بھی موجود نہ ہوگا۔ واجب بغیرہ سے مراد ممکن ہے۔ پس اس صورت میں یہی لازم آتا ہے کہ کوئی شے موجود ہی نہ ہو۔ اس لئے کہ ممکن تو بدون موجد موجود ہی نہیں ہو سکتا، تو ثابت ہوا کہ موجودات دو میں منحصر ہیں، واجب اور ممکن۔ اول تو اس لئے کہ ممکنات کا وجود ہی اسی سے ہے اور وہ واجب ہی ہے۔ ان مذکورہ دونوں مسالک میں دور اور تسلسل کا لزوم نہیں آتا۔

چھٹا مسلک:

یہ بعض فضلاء کا مسلک ہے، ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ ممکن اپنے وجود میں مستقل نہیں اور نہ ہی ایجاد میں مستقل ہے۔ اس لئے کہ ایجاد تو وجود کے بعد کا مرتبہ ہے، کیونکہ جو چیز جب تک خود موجود نہ ہو تو دوسری چیز کو کیسے موجود کرے گی۔ اب اگر اشیاء اور موجودات کو ممکن ہی میں منحصر مانا جائے تو پھر کوئی چیز بھی

سرے سے موجود ہی نہ ہو۔ اس لئے کہ ممکن تو خود اپنے وجود میں موجد کا محتاج ہوتا ہے، چنانچہ جب خود بدون موجد موجود نہیں ہو سکتا تو دوسری چیز کو کیسے ایجاد کرے گا۔

شریف جرجانی نے مذکورہ مسالک کے علاوہ ایک اور استدلال بھی ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر موجودات میں واجب نہ مانا جائے اور تمام اشیاء ممکن میں ہی منحصر مانی جائیں تو ہر ممکن جب موجود ہوگا تو اس کے لئے ایک علت تائید کا وجود ضروری ہے۔ اب اگر یہ علت بھی ممکن ہو تو وہ تام نہ رہے گی۔ اس لئے کہ پھر وہ خود ممکن ہونے کی وجہ سے ایک علت تائید کا محتاج ہوگا، پھر وہی تسلسل اور یا علت تامہ واجب ہوگی اور یہی مقصود ہے۔

تقابلی جائزہ:

ہر عقل سلیم یہ سمجھتی ہے اور ہر آنکھ یہ دیکھتی ہے کہ عالم کی جو چیز بھی ہے وہ محدود اور متناہی ہے اور ہر شے کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی۔ تو جس چیز کی ابتداء ہو، انتہاء ہو، وہ محدود اور لاچار و محتاج ہوگا، یقیناً وہ چیز کبھی قدیم اور ازلی نہیں ہو سکتی، تو لا محالہ وہ حادث ہی ہوگی اور ہر حادث کے لئے محدث پیدا کرنے والا چاہئے۔ اس لئے عقلاً یہ ناممکن ہے کہ کوئی چیز بلا کسی علت اور بلا کسی سبب کے خود بخود عدم سے وجود میں آجائے۔ ضرور اس کے لئے کوئی صانع ہوگا، جس نے اس عالم اور اس میں موجود اشیاء کو وجود بخشا اور نیست سے ہست کیا۔ اشرف علی تھانوی کہتے ہیں:

"کل ممکنات جو موجود ظاہری ہیں اور حقیقت میں کوئی موجود حقیقی یعنی موصوف بکمال ہستی نہیں، بجز ذات حق کے"۔ "۳"

ذات باری تعالیٰ کو عام طور سے علم کلام ادنیٰ کثیرۃ سے ثابت کرتے ہیں اور مختلف طرق سے استدلال کرتے ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں۔ دلیل حدوث، دلیل وجوب، دلیل عنایہ و اختراع، دلیل وجودی اور دلیل اخلاقی "۴"۔

علامہ تفتازانی اور علامہ جرجانی نے بھی اثبات ذات باری تعالیٰ میں متعدد آراء پیش کی ہیں اور مختلف طرق استدلال سے دلیل پیش کی ہے۔ علامہ تفتازانی نے تو نہایت ہی اختصار کے ساتھ متکلمین اور حکماء کے دو مشہور طریق استدلال ذکر فرمائے۔ جبکہ علامہ جرجانی نے انہی دو طریق کو بطریق علامہ عضد الدین تقسیم فرما کر تقریباً چھ مسالک میں تقسیم کیا۔ اگرچہ باعتبار تفہیم علامہ جرجانی کا قول اور طریقہ اسہل اور واضح ہے، لیکن باعتبار استدلال و اختصار طریقہ تفتازانی عمدہ اور بے مثال ہے۔

علامہ تفتازانی نے طریقہ متکلمین کو اختصار کے ساتھ، طریقہ استدلال بحدوث عالم کے ساتھ بھی پیش کیا، جبکہ علامہ جرجانی نے چار وجوہات کے ساتھ متکلمین کا استدلال ذکر فرمایا۔ لیکن خلاصہ چاروں وجوہ کا وہی ہے جو کہ علامہ تفتازانی نے ذکر فرمایا، اگرچہ علامہ جرجانی نے بھی مسالک میں بعض مسالک کا طریقہ استدلال

قرآن مجید کے استدلال کے قریب قریب ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ متکلمین کے وجوہ اربعہ میں تیسرا اور چوتھا استدلال کہ انسان اور حیوانات وغیرہ کا وجود اور ان کی تخلیق و صفات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لیکن علامہ تفتازانی نے بحث ثانی کا عنوان رکھ کر جو استدلال ذکر کیا ہے، تو وہ اکثر علماء کے طرق استدلال یعنی دلیل وجودی دلیل اخلاقی اور دلیل عنایہ اور اختراع کو اختیار کیا ہے اور اس پر متعدد آیات ذکر کئے ہیں، جبکہ علامہ جرجانی نے سوائے دو وجوہ کے اور سارے مسالک کو خاص عقلی انداز میں ذکر کیا ہے۔ احسن طریقہ وہی ہے جو منہج قرآن پر ہو۔

آج جبکہ الہیات پر تحقیقات و تدقیقات ہو رہی ہیں اور کائنات کے سینکڑوں راز فاش ہو گئے ہیں۔ حقائق اشیاء نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا ہے، بڑے بڑے فلاسفر اور حکماء انتہائے غور و فکر کے بعد خدا کے ثبوت میں یہی استدلال پیش کر سکے۔

اگرچہ یہود و نصاریٰ نے وجود باری تعالیٰ کے ماننے کے ساتھ ساتھ ان عقائد کو بھی مشتہر کیا، جو کہ رب تعالیٰ کی شان سے بہت دور اور اس کا وجود ذات باری تعالیٰ کے لئے محال ہیں، بلکہ جو عقیدہ در باب ذات باری تعالیٰ کے وجود میں یہود کے مختلف لٹریچرز اور مذہبی کتب میں مذکور ہے، وہ یقیناً ایک ذی شعور فطرت سلیمہ رکھنے والے انسان کے سوچ سے کوسوں دور ہے۔ شریعت کے رو سے تو درکنار تھوڑی سی مذہبی آگاہی رکھنے والا انسان بھی اس کو تو بین الہی ہی گردانے گا، جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجین خدا کے جسمانی صورت کے بارے میں یہودی مذہبی لٹریچر سے درج ذیل روایات کو پیش کرتا ہے۔

"The book of Midrash says that God appeared to the children of Israel at the crossing of the sea in the form of youthful warrior, whereas he appeared at Sinai as a venerable sage who was teaching the Torah to his disciples"¹⁵.

(ترجمہ): مدراش (تورات کی تفسیر) کہتی ہے کہ خدا ایک جنگجو کی شکل میں سمندر کی ساحل پر

بنی اسرائیل کے سامنے ظاہر ہوا، جبکہ وادی سینا میں ایک معمر بزرگ کی صورت میں اپنے تلامذہ کو

تعلیم تورات دیتے ہوئے ظاہر ہوا۔

مدراشی تفسیر کی ایک اور عبارت کے مطابق:

"It is said that God's voice at Sinai adapted itself to the temperament and disposition of the individual recipients"¹⁶.

(ترجمہ): یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وادی سینا میں خود کی آواز کو فرداً فرداً وصول کرنیوالوں کے

مزاج اور فطرت کے مطابق اختیار کیا۔

مذکورہ روایت کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں اقوال اور روایات موجود ہیں جو کہ یہود و نصاریٰ نے انتہائی اہانت آمیز انداز میں پیش کئے ہیں۔ لیکن یہی ذات باری تعالیٰ کو قرآن مجید نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل

نہایت عام فہم اور واضح انداز میں پیش کیا، جس سے ہدایت تب ہی ممکن ہے، جب انسان اپنی فطرت سلیمہ کے ساتھ اس پر غور و فکر کرے۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱ سورة الرحمن: ۵۵: ۲، ۲۷
- ۲ سورة القصص: ۲۸، ۸۸
- ۳ کاندھلوی، محمد ادریس، علم الکلام، ص: ۲۴، ۲۵، ادارہ اسلامیات، کراچی، ۱۳۳۲ھ
- ۴ کاندھلوی، محمد ادریس، عقائد اسلام، ص: ۳۳، حصہ اول، زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۰۵ء
- ۵ سورة آل عمران: ۳: ۶۴
- ۶ التفتازانی، مسعود بن عمر، شرح المقاصد، ج ۳، ص: ۸۲، النوریہ الرضویہ پبلشنگ، لاہور، ۲۰۱۳ء
- ۷ ایضاً، شرح المقاصد، ج ۳، ص: ۸۷
- ۸ ایضاً، شرح المقاصد، ج ۳، ص: ۸۸
- ۹ سورة البقرة: ۲: ۱۶۴
- ۱۰ سورة النحل: ۱۶: ۱۲
- ۱۱ الجرجانی، علی بن محمد، شرح المواقف، ج ۸، ص: ۳، النوریہ الرضویہ پبلشنگ، لاہور
- ۱۲ ایضاً، ص: ۳
- ۱۳ تھانوی، اشرف علی، شریعت و طریقت، ص: ۳۱۰، ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور، ۱۹۸۱ء
- ۱۴ الدوری، قحطان عبدالرحمن، العقیدۃ الإسلامیة ومناہجہا، ص: ۲۷۸، کتاب ناشرون، بیروت
15. Jacobs, Louis, Attributes of God: Jewish Concept Encyclopedia of Religion, Lindsay Jones, Volume II, PP. 614
16. Ibid, Volume II, PP. 614

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (<http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/>).